ڈاکٹر شگفتہ فردوس
اسسٹنٹ پروفیسر، ڈائریکٹر اسٹوڈنٹس افیئرز
جی سی ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ

نوشی گیلانی کی منفرد شاعری کا تجزیاتی مطالعہ

Abstracts

An analytical study of Noshi Gilani's unique poetry

By Dr. Shagufta Firdous, Asst. Prof./ Director Student Affairs, G. C. Women University, Sialkot.

Noshi Gilani(1964) is a unique poetess of today's era who, despite belonging to a backward area, made her poetry a true expression of women's emotions and feelings with true spirit.Along with colors, butterflies, fireflies, she incorporated the beauty of nature in her poetry and revealed the bitter realities of life. In this way, we get thematic diversity in her poetry. One of the aspect of al features of her poetry is the expression of female emotions and feelings. Through her poetry, she also presented the immoderations found in class and social attitudes as the subject of her poetry to give a true picture of life reflects in her poetry. This research paper highlights the different aspects of her poetry, due to which she looks different from other poets of her time.

Keywords: Noshi Gilani,Poetry, Thematic diversity, social issues, Global Issues, Reflection of women's feelings.

کلیدی الفاظ: نوشی گیلانی، شاعری، موضوعاتی تنوع، سماجی مسائل، نسائی کیفیات، عالمگیر مسائل

نوشی گیلانی اکیسویں صدی کی وہ جاندار نسائی آواز ہے جس نےروایت کی پاسداری بھی کیاور حقوق نسواں کے تحفظ کے لیے روایات کو ترک بھی کیا۔ان کی شاعری میں محبت کے کومل احساس کے ساتھ اپنے سماج کا گہرا شعور اور انسانی حقوق کے حوالے سے عالمی مسائل کی عکاسی بھی ملتی ہے۔اُنھوں نے بہت کم عرصے میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور شعری دنیا میں اپنی الگ شناخت قائم کی۔ اُ ن کی شعری تصانیف میں ‘‘محبتیں جب شمار کرنا’’ (۱۹۹۳)،‘‘اُداس ہونے کے دن نہیں ہیں’’ (۱۹۹۹)، ‘‘پہلا لفظ محبت لکھا’’(۲۰۰۳)،‘‘ہواچپکے سے کہتی ہے’’(۲۰۱۱)شامل ہیں۔ اُن کے تخلیقی سفر کا آغاز پاکستان سے ہوا جوآج بھیآسٹریلیا میں ‘‘اردو اکیڈمی’’ کی صورت مینفروغِ ادب کے لیےجاری ہے۔ نوشی گیلانی ۱۴ مارچ۱۹۶۴ء کو بہاول پور مینپیداہوئیں ، اصل نام سیدہنشاط ہے لیکن انھوں نے نوشی کے نام سے لکھنا شروع کیا۔ بچپنہی سے ان کا فطری میلان شاعری کی جانب تھا، اُن کے لیے بہاول پور کی ادبی فضا بہت سازگار ثابت ہوئی۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ " محبتیں جب شمار کرنا شائع ہوا تواُسےبہت پسند کیا گیا۔ بہاول پور جیسے علاقے سے کسی خاتونکی یہاپنی آزادی اور خودمختاری کے برملا اظہار کی پہلی آواز تھی۔ نوشی گیلانی نے ایک نوعمر لڑکی کے جذبات و احساسات کے بیان سے لے کر عورت کے دل میں پنپنے والے اندیشوں اور وسوسوں تک کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اور بتایا کہ عورت انھونی کے خوف اور تہمتوں سے ڈرتی ہے لیکن اگر اس خوف پر قابو پالے تو اپنی انفرادی پہچان قائم کرسکتی ہے۔ان کے پہلے شعری مجموعےمیں جہاںایک لڑکی کے دل میں پیدا ہونے والی چھوٹی چھوٹی خواہشیںملتی ہیں۔ وہ محبت کے سچے جذبوں کیترجمانی کے ساتھ رنگوں، تتلیوں، پھولوں اور روشنیونکوصفحہ قرطاس پر بکھیرتی ہیں اور جگنوونکی تلاش سے ماحول کی تاریکیوں کو ضو بار کرنے کی عملی کاوش کی مظہر ہیں۔ اُن کی شاعری میں جگنو کا استعارہ بارہا استعمال ہوا، جس کی ننھی سی جان اندھیروں میں روشنی

کی مانند ہے، وہ اس استعارے کو کئی صورتوں میں استعمال کرتی ہیں، کہیں بچپن کے کسی لمحے کے سحر میں گرفتار ہو کر جگنو پکڑنا چاہتی ہیں اور کہیں انھیں بچپن کی متاع عزیز کی عکاس بناتی ہیں جس میں مراجعت کی تمنا بہت دل کش نظر آتی ہے:

کچھ نہیں چاہیے تجھ سے اے مری عمرِ رواں
میرا بچپن، میرے جگنو، میری گڑیا لا دے[۱]

نوشی گیلانی کی شاعری میںجگنو کو کثیر الجہت استعارے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔اس ننھے جگنو کو کہیں وہاپنےمعاشرے میں موجود نا آسودگی اور ناانصافی کےدبیز اندھیروں کےخلافاحتجاج کی صورت میںپیش کرتی ہیںجس سے اُمید کا کوئی دیا روشن کیا جا سکتا ہے۔ اُنھوںنےاپنے ماضی کے دریچوں کو منورکرنےاور کبھی ان ننھی روشنیوں کو غموں کے استعارے کے طور پر بھی پیش کیا ہے۔

نجانے کن غم کے جگنوؤں کو چھپائے پھرتی
ہے مٹھیوں میں
کئی دنوں سے اداس رہتی ہے ایک لڑکی
سہیلیوں میں[۲]
وہ جو لگتی تھی کانچ کی گڑیا ضرب لگنے پہ
آہنی نکلی[۳]

نوشی گیلانی کا تعلقبہاولپور سے ہے جہاں رسم و رواج کی پاسداری کو سب سے زیادہ مقدم تصور کیا جا تا ہے۔جہانکچھ ایسی فرسودہ روایات بھی شامل ہیں جن کے تحت عورت کو اس کے مذہب کے عطاکردہجائز حقوق تک سے محروم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ نوشی کے والدین نے انھیں ان روایات کے خلاف آواز اٹھانے کی جرات عطا کی۔ اس لیےاُن کی شاعری کے پس منظر میں ان کے معاشرے میں بسنے والوں کے طنز وتعریض اور استہزا کے خلاف احتجاج کی آواز اُبھرتی ہے۔ یعنی وہ اپنے عورت ہونے کے احساس

سے آگہی کے بعد اپنی انا کے ساتھ جینے کی تمنا رکھتےہوئے اپنے معاشرے کو اس کا احساس بھی دلانا چاہتی ہیناور اس کا خوبصورت شعری اظہار بھی کرتی ہیں۔ جس سے عصر حاضر میں ان کی شاعری کی قدر میں اضافہ ہوا ہے۔ کیوں کہ اس عہد مینشاعرات کے لیے موضوعاتی تنوع اورآگے بڑھنے کے مواقعوں میں اضافہ ہوا ہےجس کا اظہارڈاکٹرسلیماخترنے بھی کیا تھاکہ:

‘‘آجکیشاعرہتخلیقکیصورتمیناپنیاناکااظہاراوراپنےتشخ
صکااثباتکرسکتیہے۔ اورکررہیہے۔
بلکہاسمعاملےمینوہاپنیدادیامانکےمقابلےمینزیادہخوشقسمت
ہےکہابتخلیقیکردارکیادائیگیکےلیےاسےنسبتاًزیادہبہترما
حول،
قدرےکھلیفضااورکسیحدسےزیادہبراشتکرنےوالےمردمل
ےہیں،اسلیےآجکیشاعرہاگربُریشاعریکرتیہےتویہاسکیک
وتاہیہے۔
ماحولکاقصورنہیں،خودنوشیگیلانیکوبھیاسکااحساسہے۔’
’(۴)

نوشی گیلانی نے اس احساس کو بہت ذمہ داری سے محسوس کیا اور اپنی شاعری کو آج کی عورت کی آواز بنا کر پیش کیا ہے۔ لیکن انھیں یہ احساس بھی ہے کہ جس فصیل میں وہ مقید ہیں اُس میں پھنسنے والوں کے پروں کی پرواز کو نوچنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ اُڑان کا خیال دل سے محو ہو جاِے۔ اسی احساس کو انھوں نے اپنے اس خوبصورت شعر میں ڈھالا ہے۔

بہت شدید ہے خواہش اُڑان کی لیکن
قفس نصیب پرندوں کے بال و پر بھی نہیں(۵)

نوشیگیلانیکیشاعری میں استعمال ہونے والا دوسرا بہت اہم استعارہ ہوا کا ہے جسے وہ جگنو کے بعد کثرت سے استعمال کرتی ہیں۔ ان کی ہاں یہ استعارہہجرت اور دوست وآشنا کے روپ میں ایکرازدانکی طرح بھی ملتا ہے،

اُن کی شاعری کے ان جمالیاتی رنگوں کو احمد ندیم قاسمی نے بہت سراہا اوران مظاہر فطرت اور ان کے رنگوں، خوشبوؤں اور لمس کو جس طرح نوشی نے اپنی شاعری کے کینوس پر بکھیرا اس کے حوالے سے لکھا کہ:

‘‘
نوشیگیلانیکیشاعریمینہرطرفتتلیاناورپھول۔۔۔اورجگنوکی روشنیانبکھریہوئیہینمگراسکیخاصالخاصاورپسندیدہعلامت ‘‘ہوا’’ہے۔
یونسمجھیےکہہواسےنوشینےزندگیکےاکثرپہلوؤنکینمائندگیکاکاملیاہے۔’’(۶)

انھوں نےاپنے اطراف میں موجودعورتوں کے دکھ کو ہوا کےکثیر الجہتاستعارے میں بیان کیا۔ ان کے شعری مجموعے، "ہوا چپکے سے کہتی ہے "میں اس کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔ اس میں انھوں نےہواکےکئی رنگونکو اپنی مختلف کیفیات کے اظہار کے لیے استعمال کیا ہے۔وہ اسے اپنی روح کی علامت سمجھتی ہیں، جس سے سرگوشیاں بھی کی جاسکتی ہیں ۔

‘‘ہوا کو آوارہ کہنے والو
کبھی تو سوچو، کبھی تو لکھو
ہوائیں کیوں اپنی منزلوں سے بھٹک گئی ہیں
نہ ان کی آنکھوں میں خواب کوئی
نہ ان کی اپنی زمین کوئی، نہ آسماں پر کوئی ستارہ
کبھی تو سوچو!’’(۷)

اس استعارے سے زندگی کا احساس ملتا ہے جسے نوشی گیلانی نے مختلف طریقوں سے اپنی شاعری میں برتا ہے۔ رشید امجد نے بھی ہوا کے استعارے کو زندگی اور خوشی کا مظہر بتایا ہے، اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں کہ :

‘‘ہوا کے بغیر زندگی نا ممکن ہے۔ ہوا جو آزادی اور

خوشی کی علامت ہے۔ ہوا جس کےلیےلوگ بے چین ہیں۔،، (۸)

اُنھوں نے عورت کے تشخص کی حفاظت کرنے کی کوشش بھی کی جب اُن کی آواز و اختیار کو دبانے کی کوشش کی گئ تو انھوں نے ہوا کے اسی استعارے کو احتجاج کی علامت بھی بنا کر اپنا موقف پیش کیا ہے، اُن کی نظم " اختیار "ان ہی جذبات کو بیان کرتی ہے جہاں ہوا کو بااختیار بنا کر یوں پیش کیا گیا کہ وہ شبوں کو با اختیار اور سحر کو بے اعتبار کر سکتی ہے:

ہوا کو لکھنا جو آگیا ہے
اب اُس کی مرضی کہ وہ خزاں کو بہار لکھ دے
بہار کو انتظار لکھ دے
سفر کی خواہش کو واہموں سے ہمکنار لکھ دے
وفا کے رستوں پہ چلنے والوں کی قسمتوں میں غبار لکھ دے
محبتوں میں گزرنے والی رُتونکو ناپائیدار لکھ دے (۹)

نوشی گیلانی کی شاعری میں نوخیز جذباتِ محبت کی مہکملتی ہے۔جس میں انتظار کی کیفیت کے ساتھایک عورت کے سچے جذبات کی عکاسی شامل ہے جو وصلکی خواہش مند اورہجر کے لمحوں سےڈرتی بھی ہے۔ اس میں اپنے محبوب سے ملن کی تمنا بھی جاگتی ہے اور بچھڑ جانے کے وسوسے بھی ملتے ہیں، کہیں محبوب کی آمد سے پہلے پھولوں اور خوشبوؤں کا اہتمام ملتا ہے اور کبھی وصل کے لمحوں کی یادیں :

کس سے تیرے آنے کی سرگوشی کو سنتے
میں نے کتنےپھول چنے اور اپنی شال میں رکھے(۱۰)
صبحدماسکابدنتھامیریخوشبوکاسفیر
کبگمانتھاوصلاتنامعتبربنجائےگا(۱۱)

محبت کی اس تمنا میں بے وفائی کی گرم ہواوں کا سامنا کرنا پڑے تو لہجے میں تلخیاں اور جدائی کے راستے بھی کھلنے لگتے ہیں جس میں اعتبار

و بے اعتباری کی فضا بھی جنم لیتی ہے۔ شاعرہ اس گو مگو کی کیفیت اور کہیں مکمل راستہ بدلنے کو اس مسئلے کے حل کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

پھر دل نے کیا ترکِ تعلق کا ارادہ
پھر تجھ سے ملاقات کے پہلو نکل آئے[۱۲]

اور کہیں برملا خفا ہوکر اپنے خوابوں کی دنیا کو بدلنے اور اک جہان نو کو آباد کرنے کی جانب رواں نظر آتی ہیں۔ ان کی شاعری کا یہ رنگ زندگی کی روانی کا مظہر ہے۔ یوں وہ اپنی شاعری کو عورت کےجذبہ محبت کی نرمی اورنفسیاتی کشمکش کا مظہر بناتی ہیں :

تجھے کہا نا، تو ہمیشہ سے رائیگاں مجھ کو سوچتا ہے، وہ تو نہیں ہے
جو مری چاہت مری محبت کی دھوپ چھاوں کا زاویہ ہے، وہ تو نہیں ہے
میں مانتی ہوں کہ میرے خوابونمیں تیری خوشبو کی چاندنی بھیکہیں کہیں تھی
یہ شہر لیکن مرے حوالے سے جس کو تسلیم کررہا ہے،وہ تو نہیں ہے[۱۳]

ان کے ہاں ہوا، بادل اور تتلی کے استعارے جہاں نسائیت کی عکاسی کرتے ہوئے عورت کے تشخص کی حفاظت بھی کرتیہیں وہ ان ہواوں سے زمانے کا رخ پلٹنے کا کام بھی لیتی ہیں اور حبس و جبر کے موسم میں اپنی آوازکو ابھرنے سے روکنے والی ہر طاقت سے نبرد آزما ہونے کو تیار ہیں۔ انھوں نے جہاں اپنے دل میں پروان چڑھنے والے جذبوں کا اظہار کیا ہے وہیں وہ زندگی کے حقائق سے کبھی چشم پوشی نہیں کرتیں، ان کی شاعری کے اس وصف کو بیان کرتے ہوئےشبنمشکیللکھتی ہیں :

‘‘نوشیکیشاعریمیننوجوانیکےحوالےسےجذباتاوراحساسا
تکیجوترجمانیملتی
ہےاسکاتاثربھیبہتخوشگوارہےیونتونوجوانشعراءمینایسیر
ومانیفضاکاموجودہوناعمرکاتقاضاہےلیکنجوباتنوشیکوبہت

سیعامآوازونسےالگکرتیہےوہ اس کیآگہیاورشعورہے۔
وہایسےاشعارمیں
بھیمحضکرتیہوئیمحسوسنہیںہوتیبلکہیہانبھیاسکےہاں
Wishful thinking
نوجوانکیحقیقتکااعترافپوریطرحسےموجودرہتاہے،اوروہ
اناشعارمیںایسیذہینلڑکیکےطورپرابھرتی
ہےکہجسےمکملشعورہوکہعورتاورمردکیمحبت
فضامیںمعلقکوئیجذبہ
نہیںاوراسجذبےکےخدوخالبھیمعاشرےکیمجموعیصورتحا
لاورمحبت
کرنےوالونکےذاتیحالاتکےتحتبدلتےرہتےہیں۔'' (۱۴)

ہر ذی شعور اپنے عہد سے بخوبی آشنا ہوتا ہے اور اس میں پائی جانے والی خامیوں کینشاندہی کرتا ہے بلکہ ظلمکے خلاف اپنی صدائے احتجاج بھی بلندکرتا ہے، کسی بھی ادیب کا یہ شعور اس کے عہدکی سیاسی و سماجی فضا کا عطا کردہایک وصف خاص ہے جو ہر کسی کے حصے میں نہیں آتا۔جب معاشرے میں ناانصافی فروغ پانے لگے تو مزاحمتی ادب لوگوں میں جرات مندی و آگہی پیدا کر کے، حالات سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ عطا کرتا ہے جیسا کہ ارتضیٰ کریم اردو ادب میں احتجاج اور مزاحمتی رویوں کا جائزہ لیتے ہوئے رقم طراز ہیں :

"یہ سچ ہےکہ ہر عہد کا ادیب اپنے زمانے کے جبر،رواں نظام کی بے چینی نیز عوام کی بے بسی سےمضطرب ہو کر ہی قلم اٹھاتا ہے۔اور کوشش کرتاہے کہ اس درد کو جو اس کے عہد نے اسے دیے ہیں۔صفحہ قرطاس پرکچھ اس نوع سے بکھیرے کہ اس کی آواز ہر عہد کی آوز میں شامل ہو سکے اگر وہ

اپنےمقصد میں کا میاب ہو جاتا ہے تو اچھا ادب ظہور
میں آتا ہے۔"(۱۵)

بالکل اسی طرح نوشی گیلانی کی آواز اپنے عہد کے استحصالی نظام کے خلاف احتجاج بن کر ابھرتی ہے جہاں پر سمجھوتا کرنے کے بجائے سچ کو سچ کہنے پر زور دیا جاتا ہے، اس حوالے سے وہتنہا آواز بلند کرنے سے بھی گریزاں نہیں، وہ اپنے معاشرے کے ان تمام استحصالی کرداروں کو نمایاں کرتی ہیں لیکن اس تمامکیفیت میں ایک احساس اسے یہ بھی رہتا ہے کہ کہیں کچھ کھو نہ جائے جسے وہ اپنی ایک نظم ‘‘کشف’’ میں بیان کرتی ہیں :

‘‘مجھے محسوس ہوتا ہے
جہاں میں آنکھ جھپکوں گی
وہیں پر حادثہ ہو گا۔’’(۱۶)

نوشی گیلانی نے اپنے ان اندیشوں کو عورت کو وراثت میں ملنے والا وہ خوف بیان کیا ہے جس سے وہ اس لیے نجات حاصل نہیں کرتی کیوں کہ اسےیہ احسا س دلایا جاتا ہے کہسمجھوتا عورت ہی کوکرنا ہے۔ یہ سمجھوتا خواہ اپنے گھر کے تحفظ کی خاطرہو یا اپنے وقار کو قائم رکھنے کے لیے، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی تمناوناور خواہشوں پر قدغن لگا لیتی ہے۔ اسی کیفیت کاالحاطہ ان کینظم " ورثہ" میں کیا گیا ہے۔ یہ نظم عورت کی ان ہی ناآسودہ تمناوں کا اظہار ہےجو اسے ورثے میں ملا اور اسی سے سمجھوتا کرتے کرتے اس کا جیون بیت جاتا ہے:

‘‘بیٹیاں بھی تو ماوں جیسی ہوتی ہیں
ضبط کے زرد آنچل میں اپنے
سا رے درد چھپا لیتی ہیں
روتے روتے ہنس پڑتی ہیں
ہنستے ہنستے دل ہی دل میں رولیتی ہیں
خوشی کی خواہشکرتے کرتے

خواب اور خاک میں اٹ جاتی ہیں
سو حصوں میں بٹ جاتی ہیں'' (۱۷)

عورت کے ایسا کرنے کی بنیادی وجہ اُس کی وہ تربیت ہے جو اس کی ماں بچپن ہی میں اسے یہ سمجھا کرکر تی ہے کہ اچھیعورت وہ ہے جوقربانی دینے اور صبر و شکر سے زندگی گزارنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ اس تربیت کو نوشی گیلانیاپنی وراثت قرار دیتی ہیں جسکے تحت عورت کو ہر قسم کے حالات میں سمجھوتا کرنا سکھایا جاتا ہےاس کیفیتکا اظہارکرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں :

خواہش کے اظہار سے ڈرنا سیکھ لیا ہے
دل نے کیوں سمجھوتا کرنا سیکھ لیا ہے(۱۸)
تمھیں خبر ہی نہیں کیسے سر بچایا ہے
عذاب جاں پہ سہا ہے تو گھر بچایا ہے(۱۹)

لیکن وہ سمجھوتے کا یہ لبادہ اس لیے اوڑھتی ہے کہ اسے سماج کی ستم ظریفیوں کو اپنی قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کرلے اور مطمئن ہوجائے، اس مصلحت اندیشی پر عورت کی باطنی کیفیت کو بہت خوبصورت پیرائے میں بیان کرتے ہوئے نوشی گیلانیلکھتی ہیں :

یہ رکھ رکھاؤ اسے جاننے نہیں دے گا
کہ اپنے آپ میں کیسے پگھل رہی ہوں میں(۲۰)

اس معاشرتی نا انصافی کے خلاف ان کی آواز احتجاج بن کر ابھرتی ہے۔، نوشی گیلانی نےعورت کے اس کرب کو آواز عطا کی جس کے تحت اس سے زندگی کے بنیادی حقوق تک سلب کر کے اسے رسم و رواج کی اسبھٹیمیں ڈال دیا جاتا ہےجہاں اس کی سبصلاحیتینفنا ہوجاتی ہیں ۔ ایسی صورت میں ایک آزاد فضاوں میں سانس لینے کی تمنا گھٹن کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت کو وہ یوں بیان کرتی ہیں :

بند ہوتی ہوئی کتاب میں تتلیاں ڈال دیں

کس نے رسموں کی جلتی ہوئی آگ میں لڑکیاں
ڈال دیں(۲۱)

لیکن عورت کو اپنی اس آزادی کی قیمت چکانا پڑتی ہے، کبھیگھرکی خرابی کی صورت میں اور کبھی تہمتوں کی صورت میں۔ اس کا اظہار وہ اپنی نظم ''تہمتیں تو لگتی ہیں '' میں کچھ اس طرح بیان کرتی ہیں :

تہمتیں تو لگتی ہیں /روشنی کی خواہش میں/گھر سے باہر آنے کی //کچھ سزا تو ملتی ہے(۲۲)

مسائل حیات کی سچی ترجمانی اچھی شاعری کا وصف ہے۔نوشی گیلانی نے، عورتوں کے سماجی اور طبقاتیمسائل اور استحصالکو اپنی شاعری میں بیان کیا ہے۔نوشی نےنے ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولی جہاں مرد کو عورت پرفوقیت حاصل رہیاور عورتوں کو مرد کے تابع رہنےکو پسندیدہ خیال کیا جاتا ہے۔ بہاولپور کی سرزمین سے اُبھرنے والی اس آواز نےاپنے لیے نئے اُفق تلاش کیے،انھوں نےبے بال و پرقفس نصیب پرندوں کے جذبوں کو بھی بیان کیا ، ان کی یہ آوز سماجی رویوں اورناانصافی کے خلاف بھی ہے ۔ جس عہد مینبینائی اور شعور کو آزار کہا جائے اس فضا میں اپنی آوارز بلند کرنا بے شک نوشی کی استقامت اور اعتماد کی عکاسی کرتی ہے:

یہ قیدی سانس لیتا ہے
اِن آوازوں کے جنگل میں
میرے پر باندھ کر اڑنے کا کہتے ہو
رہا کرتے نہیں لیکن
رہائی کے لیے بینائی کو اِک جرم کہتے ہو
مِری آزادیِ پرواز کی خواہش کو جنگل کے لیے آزار کہتے ہو
مگر سن لو کوئی موسم ہو
حبس و جبر کا، صحرا کا، جنگل کا
یہ قیدی سانس لیتا ہے (۲۳)

نوشی گیلانی نے عصری مسائل کی عکاسی بھی کی اور اپنے عہد میں موجود آشوب کو لفظ عطا کیےہیں۔ انھوں نے اس عالمی ظلم و ستم کے خلاف آواز اُٹھائی ہے اورخاموشی کو جرم قرار دیا، کیوں کہ زندگی کا تسلسل قائم رکھنے کے لیےضروری ہے کہہمظلمت کے خلاف آواز اُٹھائیں اور اپنا کردار ادا کریں :

سارا شہر ہی تاریکی پر یوں خاموش رہا تو
کون چراغ جلانے کے پیدا آثار کرے گا(۲۴)

سماجی ناہمواریوں اور ظلم و استبداد کے خلاف کلمہ حق بلند کرن ا ہمیشہ امر محال ہوآ کرتا ہے، لیکن نوشی گیلانی نے ہر قسم کی مصلحت کو پسِ پشت ڈال کر اپنے عہد کے آقاوں کے خلاف آواز بلند کی اور انھیں عزتو وقار کے تخت پر بٹھانے سے انکارکیا ہے، اپنی ایک غزل میں اسی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں :

میں تنہا لڑکی دیارِ شب میں جلاؤں سچ کے
دیے کہاں تک
سیاہ کاروں کی سلطنت میں کس طرح آفتاب
لکھوں؟
قیادتوں کے جنوں میں جن کے قدم لہو سے
رنگے ہوئے ہیں
یہ میرے بس میں نہیں ہے لوگو کہ ان کو عزت
مآب لکھوں(۲۵)

ان کی اس جرات مندی کو بہت سراہا گیا۔ نوشی گیلانی نے بہاولپور جیسے روایتوں کے حامل علاقے میں رہنے کے باوجود اپنے دور کی عورتوں کی آواز بننے کی راہ کو پسند کیا۔ اس حوالے سے "شاعراتِ ارضِ پاک"میں شبر ناقد نےنوشی گیلانی کی اس جرات مندی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئےان کے ہاں جرات مندانہ اظہار کی صلاحیت اور تنقیدی شعور کے ساتھ

عورتوں کے مسائل کی عکاسی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انکے ہاں عصری شعور کی نشاندھی کی ہے جس کے تحت وہ سماجی مسائل کو ذاتی مسائل کے روپ میں پیش کرتی ہیں۔ (۲۶)۔ نہ صرف یہ بلکہ انھوں نے نعت کی صنف میں بھی اپنے عصری مسائل بیان کرتے ہوءے استدعا کی ہے کہ اُن کی اس عہد پر آشوب میں معاونت کی جائے۔ وہنعتیہ اشعار میں نبی اکرمﷺ کے حضورہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے لیے حرفوں کی صداقت کو معجزاتی رنگ عطا کرنے کی دعا کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

فاخرِ عالمیں
حسنِ عرشِ بریں
حرف کو لفظ کرنے کا اعجاز دے
اپنے در کی بھکارن کو اعزاز دے مجھ کو وہ راز دے
تیرے در سے اُٹھاوں نہ اپنی جبیں
خاتم المرسلیں ﷺ(۲۷)

نوشی گیلانی نے اپنی زندگی میں جہاں غم دیکھے وہاں خوشیاں بھی پائیں اور اس حوالے سے انہیں پاکستان سے آسٹریلیا کا سفر بھی کرنا پڑا، وہ مادر وطن سے دور ہونے کے باوجوداردو زبان وادب کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں لیکن وطن سے دوری کااحساس بھی دیگر مہجری شعرا کی مانند اُن کی شاعری میں ملتا ہےاور انہیں زندگی کی تمام تر نعمتوں کے باوجود اپنا وطن یاد آتا ہے جس کا اظہر وہ یوں کرتی ہیں :

ہر طرف کتنے ہی پھولوں کی بہاریں ہیں یہاں
پر طبیعت وہی خوش بُوے وطن چاہتی ہے(۲۸)

نوشی گیلانی نے اپنی شاعری میںآشوب عصر کو زبان دی، یہ آوازا گرچہ موہوم سی ہے لیکن خاموش فضامیں ایک آواز بھی بانگِ درا کا کام کرتی ہے۔، جس سماج میں ہم بس رہے ہیں اس میں سچ بولنے والے کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں، لیکن نوشی ایسے میں زباں پر مہر کی قائل نہیں، تاریخ کو بدلنے پر آمادہ

نظر آتی ہیں۔

میری تاریخ کے بدن تجھ
کو
اب ضرورت ہے بے
لباسی کی(۲۹)

''نوشی گیلانی اور کرب حیات '' کے عنوان سے لکھے جانے والے مضمون میں شبر ناقد نے ان کی شاعری میں اپنے عہد کی عکاسی کو سراہا ہے، جسکے تحتاُن کی شاعری میں اُن کا عہد جھلکتا ہے۔ جو ان کی شاعری کو اعتبار بخشنے کے ساتھ ساتھ انھیں اپنے عہد کے ممتاز و معتبر شعرا میں شامل کرتا ہے۔

ابھی تک ہے بہت محفوظ قاتل — کہ مقتل کے در و دیوار چُپ ہیں
پتا رہزن کا خلقت پوچھتی ہے — مگر بستی کے پہرے دار چُپ ہیں(۳۰)

نوشی گیلانی نے اپنی شاعری میں بارہا روشنی اور سفر کا استعارہ بھی استعمال کیا ہے، ان کے ہاں مسافت دوری، جدائی کے کرب کو موضوع بنایا گیا ہے۔ فکری حوالے سے نوشی گیلانی کی شاعری بہت متنوع خوبیوں کی حامل ہے۔ وہاپنے عزم و حوصلے سے وقت کی رفتار کو بدلنے پر آمادہ شاعرہہیں۔ انھوں نے معاشرتی پابندیوں کے باوجود اپنے عہد کے مسائل کو اپنی شاعری میں بیان کیا ہے۔ان کے انداز بیان میں دلکشی اور شگفتگی ملتی ہے۔ اُنکی شاعری کاایک بہت خوبصورت پہلو اُمید بھی ہے، نوشی گیلانی کو اپنی نجی زندگی میں کئی نشیب وفراز سے گزرنا پڑا۔ اُن کی پہلی شادی ناکام ہوئی اور اس کے بعد انھوں نے زندگی میں جن نامساعد حالات کا سامنا کیا، ان حالات سے نبرد آزما ہونے سے اُن کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا چلا گیا۔ انھوں نے زندگی کی ان تلخیوں کو پسِ پشت ڈال کر ایک روشن مستقبل کا انتخاب بھی کیا اوراپنے عزم سے اپنے مقدر کو بدلنے کا اعلان بھی کیا۔ یہ اُن کی باطنی پختگی اور عزم صمیم ہے کہ وہ قافلہ شوق کو منزل آشنا کیے بنا

رکنے والی نہیں :

ہم اپنا قافلۂ شوق کس لیے بدلیں
ہمیں تو وقت کی رفتار کو بدلنا ہے[۳۱]

جہاں انھوننے فکری تنوع سے کام لیا وہیں فنی اعتبار سے انھوں نے اپنی شاعری میں مختصر بحروں کا نتخاب کرتے ہوئے سہلِ ممتنع کے عمدہ نمونےدیے ہیں۔

کوئی تو لمحہ سکون کا
بھی
زندگی ہے سزا نہیں
ہے[۳۲]

اس طرح نوشی گیلانی نے اکیسویں صدی کی خواتین کی نمائندہ شاعرہ کے طور پر اپنے عہد کی عورتوں کے جذبوں کو آواز بنایا، اُن کے حقوق کے تحفظ اور معاشرتی نا انصافیوں اور استحصال کے خلاف اپنے قلم کو احتجاج کے لیے استعمال کیا، انھوننے بہاول پور کی عورتوں کی نفسیاتی کیفیت اور عورت کی جبلت میں موجود اپنے حالات سے سمجھوتا کرنے کیصلاحیتوں کو بھی بیان کیا اور ثابت کیا کہ اگر عورت اپنے جذبوں پر قابو پالے تو وہ حالات کو منقلب کرنے کیصلاحیت بھی حاصل کر لیتی ہے، انھوننے عالمی سطح پر جبر اور ظلم کا شکار ہونے والی اقوام کے حق میں بھی آواز اٹھا ئی اور ان کی آزادی کے حصول کے لیے کی جانے والی کوشش کو سراہا، یوں وہ اپنے دور کی دیگر شاعرت کی نسبت زیادہ حقیقت پسندانہ انداز میں اپنی شعری صلاحیوں کو استعمال کرتے ہوئے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا لوہا منواتی ہیں۔

حواشی

۱۔ نوشی گیلانی،محبتیں جب شمار کرنا،(لاہور: الحمد پبلیکیشنز، ۱۹۹۳ء)، ص۲۲
۲۔ ایضاً، ص۳۳
۳۔ ایضاً، ص۱۶۳

۴۔ ڈاکٹر سلیم اختر، پاکستانی شاعرات: تخلیقی خدوخال،(لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۸ء)،ص ۲۵۳
۵۔ نوشی گیلانی، محبتیں جب شمار کرنا، ص۱۵۳
۶۔ ایضاً،ہوا چپکے سے کہتی ہے،(لاہور: ماورا پبلشرز، ۲۰۱۱ء)،ص۵۵
۷۔ ایضاً،محبتیں جب شمار کرنا،ص۹۳
۸۔ ڈاکٹر رشید امجد،اردو میں مزاحمتی ادب کی روایت، (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۹۵ء)،ص۵۷
۹۔ نوشی گیلانی، محبتیں جب شمار کرنا،ص۱۸
۱۰۔ ایضاً،اداس ہونے کے دن نہیں ہیں، (لاہور: گیلانی پبلی کیشنز، س ن)، ص۲۶
۱۱۔ ایضاً،محبتیں جب شمار کرنا، ص۷۱
۱۲۔ ایضاً، ص ۳۰
۱۳۔ ایضاً،ص ۲۰
۱۴۔ شبنم شکیل، تقریب کچھ تو (مضامین)، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)،ص۱۵۷
۱۵۔ ارتضیٰ کریم،اردوادب میں احتجاج اورمزاحمت کے رویے،(دہلی:اردواکادمی،۲۰۰۴ء)،ص۱۴
۱۶۔ نوشی گیلانی، محبتیں جب شمار کرنا، ص ۴۱
۱۷۔ ایضاً، اداس ہونے کے دن نہیں ہیں، ص ۴۳
۱۸۔ ایضاً،ص ۳۰
۱۹۔ ایضاً،ص ۹۱
۲۰۔ ایضاً،ہوا چپکے سے کہتی ہے، (لاہور: ماورا پبلشرز، ۲۰۱۱ء)، ص۹۱-۹۰
۲۱۔ ایضاً،اداس ہونے کے دن نہیں ہیں، ص ۲۹
۲۲۔ ایضاً،ص، ۱۱۶-۱۱۵
۲۳۔ ایضاً،محبتیں جب شمار کرنا،ص۶۰
۲۴۔ ایضاً،اداس ہونے کے دن نہیں ہیں، ص،۳۵
۲۵۔ ایضاً،محبتیں جب شمار کرنا، ص۶۶
۲۶۔ شبیر ناقد، شاعراتِ ارضِ پاک، حصہ دوم، (کراچی:رنگِ ادب پبلی کیشنز،اکتوبر ۲۰۱۸ء)،ص۱۲۲۳
۲۷۔ نوشی گیلانی، اداس ہونے کے دن نہیں ہیں، ص۱۳
۲۸۔ ایضاً،ص۳۷
۲۹۔ ایضاً، ص۱۲۵

۳۰۔ایضاً،محبتیں جب شمار کرنا، ص۶۴
۳۱۔ ایضاً،ہوا چپکے سے کہتی ہے، ص۲۸
۳۲۔ ایضاً،ص۱۲۶

مآخَذ

۱۔ اختر، سلیم، ڈاکٹر، پاکستانی شاعرات: تخلیقی خدوخال، لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۸ء

۲۔ امجد، رشید، ڈاکٹر، اردو میں مزاحمتی ادب کی روایت، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۹۵ء

۳۔ شکیل، شبنم، تقریب کچھ تو (مضامین)، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء

۴۔ کریم، ارتضیٰ،اردوادب میں احتجاج اورمزاحمت کے رویے،دہلی:اردواکادمی،۲۰۰۴ء

۵۔ گیلانی، نوشی گیلانی،محبتیں جب شمار کرنا،لاہور: الحمد پبلیکیشنز، ۱۹۹۳ء

۶۔ ____، ہوا چپکے سے کہتی ہے،لاہور: ماورا پبلشرز، ۲۰۱۱ء

۷۔ ____، اداس ہونے کے دن نہیں ہیں، لاہور: گیلانی پبلی کیشنز، س ن

References

1. Noshi Gilani,*MuhabteinjubShumar Karna*, (Lahore: Alhamd Publications,1993), p.22
2. Ibid, p. 33.
3. Ibid, p. 163.
4. Dr. Saleem Akhtar, *Pakistani Shairat:TakhleeqiKhad-o-Khaal*,(Lahore: Sang-e-Meel Publications,2008) p.253.
5. Noshi Gilani, *MuhabteinjubShumar Karna*, p. 153.
6. Ibid, *HawaChupkay se Kehti hay*, (Lahore: Mavra Publications,2011) p.55.
7. Ibid, *MuhabteinjubShumar Karna*, p. 93.
8. Dr. Rasheed Amjad, *Urdu meinMazahmatiAdabkiRiwayat*,(Islamabad: Academy of Letters, 1995), p. 57.
9. Noshi Gilani, *MuhabteinjubShumar Karna*, p. 18.
10. Ibid,*UdassHony k din Naheinhein*, (Lahore: Gilani Publications) p.26.
11. Ibid, *MuhabteinjubShumar Karna*, p. 71.
12. Ibid, p. 30
13. Ibid, p. 20
14. Shabnum Shakeel,*TakreebKuchTou*,(Mazameen),(Lahore: Sang-e-Meel Publications ,2003) p.157.
15. Irtaza Kareem,*Urdu AdabmeinAhtajaj or Mazahmat kayRawaiyye*, (Delhi: Urdu Academy, 2004), p.14.
16. Noshi Gilani, *MuhabteinjubShumar Karna*, p.41.

17. Ibid, *UdassHony k din Naheinhein*, p.43.
18. Ibid, p. 30.
19. Ibid, p. 91.
20. Ibid, *HawaChupkay se Kehti hay*, p.90-91.
21. Ibid, *UdassHony k din Naheinhein*, p.29.
22. Ibid, p. 15,16.
23. Ibid, *MuhabteinjubShumar Karna*, p. 60.
24. Ibid, *UdassHony k din Naheinhein*, p.35.
25. Ibid, *MuhabteinjubShumar Karna*, p. 66.
26. Shabeer Naqid, *Shairaat-e-Arz-e-Pak*,(Karachi:Rang-e-Adab, Publications, 2018), p. 122
27. Noshi Gilani, *UdassHony k din Naheinhein*, p.13.
28. Ibid, p. 37.
29. Ibid, p. 125.
30. Ibid, *MuhabteinjubShumar Karna*, p. 63.
31. Ibid, p. 28.
32. Ibid, p. 126.

Bibliography:

1. Akhtar, Saleem,Dr.,*Pakistani Shairat:TakhleeqiKhad-o-khaal*,Lahore: Sang-e-Meel Publications,2008
2. Amjad, Rasheed, Dr., *Urdu meinMazahmatiAdabkiRiwayat*,Islamabad: Academy of Letters, 1995
3. Gilani,Noshi,*MuhabteinjubShumar Karna*, Lahore: Alhamd Publications,1993
4. Gilani, Noshi, *HawaChupkay se Kehti hay*, Lahore: Mavra Publications,2011
5. ____,*UdassHony k din Naheinhein*, Lahore: Gilani Publications, N. D.
5. Kareem, Irtaza,*Urdu AdabmeinEhtajaj or Mazahmat k Rawaiyye*, Delhi: Urdu Academy, 2004
6. Naqid, Shabeer,*Shairaat-e-Arz-e-Pak*,Karachi:Rang-e-Adab, Publications, 2018
7. Shakeel, Shabnum, *TakreebKuchTou*,(Mazameen),Lahore: Sang-e-Meel Publications,2003

خ خ